بلاک ۲: اکائی ۵ : سیرت کی تعمیر

ترتیب

۵ ۔ ۰ مقاصد
۵ ۔ ۱ دیباچہ
۵ ۔ ۲ متن کا پہلا حصہ ــــ سیرت کی تربیت
۵ ۔ ۳ متن کے پہلے حصے پر ابتدائی گفتگو سے پہلے
۵ ۔ ۴ متن کے پہلے حصے پر ابتدائی گفتگو
۵ ۔ ۵ انداز بیان کے کچھ پہلو
مشق I
اپنا امتحان خود لیجیے I
۵ ۔ ۶ کچھ قواعد کے بارے میں
مشق II
اپنا امتحان خود لیجیے II
۵ ۔ ۷ متن کا دوسرا حصہ
۵ ۔ ۸ متن کے دوسرے حصے پر ابتدائی گفتگو سے پہلے
۵ ۔ ۹ متن کے دوسرے حصے پر ابتدائی گفتگو
۵ ۔ ۱۰ اندازِ بیان کے کچھ اور پہلو
مشق III
اپنا امتحان خود لیجیے III
۵ ۔ ۱۱ خلاصۂ بحث
جوابات

مزید مطالعے کے لیے

۵۔ مقاصد

(i) آسان نثر میں تعلیم اور سیرت سازی کے سلسلے کی باتیں کس طرح بیان کی جاسکتی ہیں اور سماجی علوم کے مسئلے کس طرح پیش کیے جا سکتے ہیں ان کو سکھانا اور اس کے اندازِ بیان کی خاص باتوں کو پہچاننا اس سبق کا مقصد ہے تاکہ آپ :

(ii) سماجی علوم میں زبان کا استعمال کر سکیں۔

(iii) آپ خود اچھی نثر لکھ سکیں۔

۵۔۱ دیباچہ

نثر کچھ کہانیاں سنانے اور ناول کے واقعات بیان کرنے ہی کے لیے استعمال نہیں ہوتی بلکہ اس کو سنجیدہ علمی معاملات بیان کرنے کے لیے بھی کام میں لایا جاتا ہے اور وہی زبان ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہے جس میں صرف افسانوں کا یا محض تخلیقی ادب ہی کا ذخیرہ نہ ہو بلکہ اس کی نثر میں علمی مضامین بیان کرنے کی بھی قوت اور صلاحیت موجود ہو اور وہ اس قسم کی نثر میں بھی ادبی شان قائم رکھ سکتی ہو۔

اس سبق میں آپ ایک علمی موضوع سے متعلق ڈاکٹر ذاکر حسین کے لکھے ہوئے مضمون کے کچھ حصے پڑھیں گے جو ہمارے صدر جمہوریہ ہی نہیں بلکہ مشہور ماہرِ تعلیم بھی تھے اور صاحبِ اسلوب ادیب بھی۔

اس مضمون میں انہوں نے ہر شخص کی سیرت اور پھر پورے معاشرے کی سیرت کی خصوصیات سے بحث کی ہے۔

۵۔۲ متن کا پہلا حصہ۔ سیرت کی تربیت

تمدن کی تعمیر کا ایک دشوار مگر نہایت حکیمانہ مطالبہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ معمار خود اپنی بھی تعمیر کرے۔ قدرت نے جو صلاحیتیں، میلانات اور خواہشات اسے عطا کی ہیں ان کے بے ترتیب انبار میں نظم و ترتیب پیدا کرے، اور اپنی بے ترتیب انفرادیت سے ایک مرتب سیرت بنائے اور اس سیرت کو اقدارِ عالیہ سے وابستہ کر کے آزاد اخلاقی شخصیت کے بلند مرتبہ پر پہنچائے۔

انفرادیت سے سیرت، سیرت سے شخصیت، یہ ہے ان معماروں کی تعمیر کا راستہ۔

سیرت کی تعمیر کے لیے چار عناصر کی بڑی ضرورت ہوتی ہے: ارادے کی قوت کا ایک کم سے کم درجہ؛ اجتہادِ فکر کا ایک کم سے کم مرتبہ؛ حسِ جماعتی کی ایک کم سے کم ذکاوت؛ اثر پذیری کی ایک کم سے کم وسعت، گہرائی اور پائداری۔ ان چاروں سے متعلق کچھ کچھ عرض کروں تو شاید بے سود نہ ہو۔

قوتِ ارادی کی مضبوطی کے کچھ اسباب تو قدرتی ہوتے ہیں جن میں تغیر کسی کے بس کی بات نہیں۔ لیکن بعض پر مشق سے اثر بھی ڈالا جا سکتا ہے۔

ارادے کی قوت کے اندازے میں ایک بات نوجوانوں کو خاص طور پر پیشِ نظر رکھنی چاہیے وہ یہ کہ ارادے کی قوت اس کی ابتدائی شدت سے عبارت نہیں، اس لیے کہ کتنے کام ہیں جو ایک ہی کوشش میں پورے ہو سکیں اور کون سی سرسوں ہے جو ہتھیلی پر جم جاتی ہو؟ مضبوط ارادہ دراصل شدت اور مدت کا حاصلِ ضرب ہوتا ہے۔

ہمارے نوجوانوں کو یہ نکتہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ ہماری قومی زندگی کے تعمیری کام تقریباً سب کے سب بہت

دیر طلب اور صبر آزما کام ہیں اور ہماری قومی زندگی کے روگ اکثر و بیشتر ایسے ہیں کہ ان کو دور کرنے میں سالہا سال پتّا مار کر مصروف ہونا ضروری ہے۔

سیرت کی تعمیر کے لیے دوسری شرط قوتِ فکر ہے۔ منطقی طور پر سوچ سکنے کی صلاحیت، صحیح نتیجے پر پہنچ سکنے، نتائج کو پرکھ سکنے کی استعداد۔ جس کا ذہن صاف نہ ہو اور ٹھیک ٹھاک سوچ سمجھ نہ سکے وہ بھلا عمل میں یک سوئی کیسے پیدا کرے؟

جسے عقل فیصلہ کرنے میں مدد نہ دے سکے، وہ فیصلہ ہی نہیں کرتا اور دعوتِ عمل کو اس کان سے سن کر اس کان سے نکال دیتا ہے، یا بخت و اتفاق کے سہارے ڈگمگاتا آگے بڑھتا ہے۔ ایک عمل اور دوسرے عمل میں مطابقت نہیں ہوتی، ایک قدم آگے بڑھتا ہے تو دوسرا پیچھے پڑتا ہے۔

منطقی استدلال کی صلاحیت کسی میں پیدائشی طور پر نہیں ہوتی، اس کے لیے شعوری مشق کرنی ہوتی ہے، ارادہ کر کے اس کی عادت ڈالنی ہوتی ہے۔ سیرت سازی کی اس شرط کو پورا کرنے کی کوشش نہ کریں گے تو شاید آپ اس مشقّت سے تو بچ جائیں جو منطقی فکر کی تربیت میں ضروری ہے شاید آپ بہتوں کو خوش بھی رکھ سکیں، لیکن آپ آپ نہ بن پائیں گے، دوسروں کا عکس رہیں گے اور انفرادیت سے سیرت، سیرت سے شخصیت کا سفر منزل سے پہلے ختم ہو جائے گا۔

سیرت کی تربیت کے لیے تیسری شرط اشیا اور اشخاص سے دوچار ہونے میں ذکاوتِ حس کا ایک کم سے کم درجہ ہے۔ یہ نہ ہو تو سیرت کی تربیت بہت دشوار ہوتی ہے۔ حواس ظاہری میں لوگ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔

کوئی وہ سب سنتا ہے جس کے لیے دوسروں کے کان بہرے ہوتے ہیں۔ کوئی رنگ کے وہ فرق دیکھتا ہے جو دوسروں کی

آنکھیں نہیں دیکھتیں۔ وہ سونگھتا ہے جو دوسرے نہیں سونگھتے۔ وہ مزے چکھ لیتا ہے جو دوسرے نہیں چکھ سکتے۔ چھو کر وہ محسوس کر لیتا ہے جو دوسرے محسوس نہیں کرتے۔ اسی طرح انسان کا نفس تعلقاتِ انسانی میں بھی ایسی ذکاوت جس کا ثبوت دیتا ہے کہ دوسرے ششدر رہ جاتے ہیں۔

کچھ انسان حساس ہوتے ہیں، کچھ بے حس، کچھ بہت تیز، کچھ بہت کند، کچھ ذکی، کچھ غبی۔ بعض جلد دوسروں کو سمجھ لیتے ہیں، آسانی سے ہمدردی کرتے ہیں، اشاروں میں مطلب بھانپ جاتے ہیں، بعض اس کے بالکل برعکس۔ انسانوں اور چیزوں کو برتنے کا موقع ملتا ہے تو یہ صفت آسانی سے نشوونما پاتی ہے۔ زندگی کی ناکامیاں، بچپن میں دل شکستگی، آلامِ روزگار کا بوجھ آدمی کو اکثر اس ذکاوت سے محروم کر دیتے ہیں۔ خود غرضی کی شدت، خود پرستی کی عادت رفتہ رفتہ آدمی کو اس ملکۂ لطیف سے عاری کر دیتی ہے۔ بے غرض خدمت، بے لاگ میل جول اس کو جلا دیتے ہیں۔ آدمیوں سے سابقے میں، عمل کے تجربے میں، طرح طرح کی صحبتوں میں، زندگی کی ریل پیل میں یہ فرق کرتی ہے۔ خلوت میں اکثر ٹھٹھر جاتی ہے، جلوت میں نکھرتی ہے۔ تنہائی اسے دباتی ہے، انجمن اسے ابھارتی ہے۔ سیرت کی نشوونما میں اس کا بڑا حصہ ہے۔

جو اس سے محروم ہوتے ہیں وہ زندگی میں کچھ اجنبی اجنبی سے رہتے ہیں اور سیرت کی تعمیر کے ایک اہم عنصر سے کام نہیں لیتے۔

سیرت کی تعمیر میں چوتھی چیز طبیعت کی اثر پذیری ہے، یعنی یہ کہ نفس مشاہدات و افکار و تصورات سے کتنا اثر لیتا ہے اور اسے کتنی دیر تک قایم رکھتا ہے۔ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن پر کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا، یا بہت ہی کم ہوتا ہے۔ پتھر کو کوئی آدمی کیسے بنا دے اور گوبر کا تودہ انسان کے دل کی طرح کیسے دھڑکنے

لگے۔ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی طبیعت میں آسانی سے ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ ہوا کا ہر جھونکا یہاں حرکت پیدا کر دیتا ہے، لیکن اتنی ہی آسانی سے یہ حرکت سکون میں بھی بدل جاتی ہے۔ ان کی سیرت میں یک سوئی پیدا ہونا دشوار بات ہے۔ ان پر ہر رنگ چڑھ جاتا ہے، مگر ذرا سی دھوپ میں یہ رنگ اتر بھی جاتا ہے۔ یہ ہر تیز رو کے پیچھے چلتے ہیں، مگر بس تھوڑی دور، یہ ہر تحریک کے علمبردار بن جاتے ہیں مگر بس چند دن کو۔

سماج کو روز ایک نئے ڈھنگ پر چلانے کے درپے ہوتے ہیں! بڑے دلچسپ ہوتے ہیں یہ نیک دل، ہلکے ہلکے لوگ، مگر سیرت کی یک سوئی انہیں نصیب نہیں ہوتی۔

سیرت پختہ بنتی ہے ان کی جن کے ذہن میں اگر کوئی نیا خیال جگہ پاتا ہے تو گویا ہمیشہ کو اس میں جا بستا ہے۔ پھر تو یہ سب نئے خیالوں کو اس کا تابع کر لیتے، اسی کو سب نئے تجربات کا محور بنا لیتے ہیں۔ یہ خیال ان کا اوڑھنا بچھونا ہو جاتا ہے۔ جن طبیعتوں کی اثر پذیری میں ایسی گہرائی اور ایسی پائداری ہوتی ہے، وہ بڑی آسانی سے یک سو سیرت میں بدل جاتی ہیں۔

یک سو سیرت کی یہ چار شرطیں جن کا ذکر ہم نے ابھی کیا، اگر تعلیم کے زمانے میں معلّم کے پیشِ نظر ہوں تو وہ مناسب تدبیروں سے ان کی نشوونما کا سامان کرتا ہے اور انفرادیت کو دبائے یا مٹائے بغیر اس کے عناصرِ ترکیبی میں نظم پیدا کرنے کی صورت نکالتا ہے۔

۳-۵ متن کے پہلے حصّے پر ابتدائی گفتگو سے پہلے

متن کے پہلے حصّے پر بات چیت کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم چند اہم لفظوں کے معنیٰ سمجھ لیں۔ آپ یہ جانتے ہی ہوں گے

کہ لفظ سائنس کے فارمولے نہیں ہیں کہ ہر جگہ دو اور دو چار کی طرح ایک ہی معنی رکھتے ہوں ان کے معنی بدلتے رہتے ہیں۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر لفظ کے معنی جملے میں استعمال ہونے کے لحاظ سے بدل جاتے ہیں۔ یہاں جو معنی دیے جا رہے ہیں وہ موجودہ متن کے اعتبار ہی سے دئے جا رہے ہیں۔ تو آیئے پہلے بعض لفظوں کے معنی پہ غور کریں:

حکیمانہ مطالبہ = ایسا مطالبہ جس کی بنیاد عقل مندی پر ہو۔

معمار = بنانے والا (بنیادی طور پہ اس لفظ کا تعلق مکان یا عمارت بنانے سے ہے، لیکن اپنے توسیعی معنی میں غیر مادّی چیزوں کے بنانے کے لیے بھی استعمال ہونے لگا ہے)

میلانات = (میلان کی جمع) طبیعت کا جھکاؤ

اقدارِ عالیہ = اعلیٰ درجہ کی قدریں (اقدار = قدر کی جمع) وہ اصول جو زندگی کے لیے مفید ہوں اور اچھی نظر سے دیکھے جاتے ہوں۔

عناصر = (عُنصُر کی جمع) عنصر بنیادی مادّہ کو کہتے ہیں۔ قدیم تصوّر کے مطابق چار عناصر۔ آگ، پانی، ہوا، مٹی۔ مانے جاتے تھے اور سمجھا جاتا تھا کہ باقی تمام چیزیں انہیں سے بنی ہیں۔ یہاں مراد چیزیں، باتیں، اجزا۔

اجتہادِ فکر = نیا خیال پیدا کرنا، نئی باتیں سوچنا، عام خیال سے ہٹ کر کوئی بات سوچنا۔

ذکاوت = تیز فہمی، باتوں کو جلد سمجھنے کی قوت۔

پائداری = مضبوطی۔

حاصلِ ضرب = دو ہندسوں کو ضرب دینے سے جو کچھ حاصل ہو

[2 x 2 = 4 میں 4 حاصلِ ضرب ہے]

ہتھیلی پر سرسوں جمنا = کوئی کام بہت جلدی ہو جانا، عجیب و غریب بات ہو جانا (محاورہ دراصل 'ہتھیلی پر سرسوں جمانا' (پھرتی سے کوئی کام کر دینا) ہے۔ اگرچہ محاورے میں کسی تبدیلی کی اجازت نہیں ہوتی، لیکن مصنّف نے اپنی بات پر زور دینے کے لیے الفاظ کی ترتیب میں تبدیلی کر دی ہے۔

پِتّا مار کر مصروف ہونا = کسی کام میں اس طرح لگ جانا کہ ہر طرف سے توجہ ہٹ جائے اور تکلیف و تکلّف کی بھی فکر نہ رہے۔ [پِتّا مارنا = برداشت کرنا]

منطقی طور پر = دلائل کے ساتھ [منطق = وہ علم جس میں ہر بات دلیل سے پرکھ کر صحیح یا غلط ثابت کی جاتی ہے۔

استعداد = صلاحیت، ذہنی قوت]

بخت = مقدّر، تقدیر۔

استدلال = دلیل دینا، دلیل کے ساتھ بات کرنا۔

اس کان سے سُن کر اس کان سے نکال دیتا ہے = کوئی بات یا نصیحت سن کر اس پر عمل نہیں کرتا، اس سے بے توجہی برتتا ہے۔

ذکاوتِ حس = احساس کی تیزی، چیزوں کو جلد محسوس کر لینے کی صلاحیت۔

دوچار ہونا = واسطہ پڑنا، مِلنا جُلنا۔

حواسِ ظاہری = (حواس = حس کی جمع) احساس کی پانچ قوتیں: سننا، دیکھنا، سونگھنا، چکھنا، چھونا۔ حواس ظاہری ہیں۔ عقل اور سمجھنے کی ایسی ہی دوسری قوتیں حواسِ باطنی کہلاتی ہیں۔

نفس = روح یا جان، یہاں مراد قوت احساس، عقل، خواہش

[دھیان دیجیے: نَفَس (ف کو زبر کے ساتھ) دوسرا لفظ ہے جس کے معنی 'سانس' ہیں]

ششدر = حیران

ذکی = (ذکاوت رکھنے والا) ہوشیار، تیز فہم (غبی اس کا متضاد ہے)

ملکۂ لطیف = (ملکہ = مہارت: لطیف = پاکیزہ) عمدہ و پاکیزہ مہارت، خوشگوار مشق، قابلِ تعریف صلاحیت [دھیان دیجیے: مِلکہ (ل کو زیر کے ساتھ) دوسرا لفظ ہے جس کے معنی 'رانی' ہیں]

آدمیوں سے سیاہتے ہیں = لوگوں سے مِلنے جُلنے میں، ربط و ضبط پیدا ہوتے ہیں۔

خَلوت = تنہائی، اکیلاپن (جَلوت اس کا متضاد ہے)

ہیجان = جوش و خروش

عَلَم بردار = (عَلَم = جھنڈا؛ بردار = اٹھانا: جھنڈا اٹھانے والا) حامی، مددگار۔

درپے ہونا = پیچھے پڑنا، کوشش کرنا۔

محور = مرکز جس کے گرد چیزیں گھومتی ہیں۔

عناصرِ ترکیبی = وہ اشیا جن سے مل کر دوسری چیزیں بنتی ہیں؛ کسی مرکّب کے اجزا۔

اوڑھنا بچھونا ہونا = بہت زیادہ استعمال میں ہونا۔ بروقت استعمال میں آنا۔

۵-۴ متن کے پہلے حصے پر ابتدائی گفتگو

ایک بات کا تو آپ کو فوراً ہی اندازہ ہو جائے گا کہ یہ کہانی

اور کسی واقعے کا بیان نہیں ہے بلکہ اس میں بعض خیالات اور تصوّرات کا ذکر ہوا ہے اور اس لیے کچھ خاص قسم کے لفظ بار بار استعمال ہوئے ہیں۔ یہ ایسے لفظ نہیں ہیں جن کا مطلب بیان کرنے کے لیے کوئی چیز سامنے لاکر رکھ دی جائے یا یہ کسی ایسی شے کو بیان کرتے ہوں جو فوری طور پہ دیکھی یا سنی جا سکے۔ مثال کے طور پہ اگر کوئی لفظ قلم استعمال کرے اور اس کا مطلب نہ جانتا ہو تو اس کا مطلب واضح کرنے کے لیے قلم پیش کیا جا سکتا ہے مگر اجتہادِ فکر یعنی اپنی غور و فکر سے کوئی نئی بات نکالنا ہو تو کسی شے کے ذریعے دکھایا نہیں جا سکتا ایسے لفظ تصوّرات کو ظاہر کرتے ہیں۔

دوسری بات آپ نے یہ دیکھی ہوگی کہ بعض خاص تصوّرات کو ظاہر کرنے کے لیے لکھنے والے نے بعض خاص لفظ یا لفظوں کے بعض ٹکڑے استعمال کیے ہیں ان کو اصطلاحات کہا جاتا ہے اور علمی مضامین میں ان اصطلاحوں کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے ورنہ ایک ہی بات کو بیان کرنے کے لیے بار بار کئی بڑے بڑے جملے دہرانے پڑیں۔

تیسری بات آپ نے یہ دیکھی ہوگی کہ لکھنے والے نے اپنے خیالات کو ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ایک پیراگراف میں ایک ہی بات کہی گئی ہے اور شروع ہی میں اس سلسلے کو واضح کر دیا ہے۔ انفرادیت سے سیرت اور سیرت سے شخصیت کہہ کر یہ بات بتا دی گئی ہے کہ تعلیم دینے والوں کا یا ماہرینِ تعلیم کا راستہ کیا ہے۔ پھر اگلے پیراگراف میں سیرت کی تعمیر کے چار عناصر کا ذکر ہے اور پھر ایک ایک کر کے ہر عنصر کو بیان کیا گیا ہے گویا ترتیب اور وضاحت اس تحریر کی خاص باتیں ہیں۔

آیئے ذرا دیکھیں یہ چار باتیں کیا ہیں اور انہیں لکھنے والے نے کس طرح پیش کیا ہے۔

یہ چار باتیں ہیں: ارادے کی قوت، غور و فکر سے اپنے لیے نیا راستہ نکالنے، جماعتی حس کی ذکاوت۔ اثر پذیری کی وسعت گہرائی اور

پائداری۔ پورا مضمون انہی چار باتوں کی تفصیل پیش کرتا ہے۔

مگر ہمیں صرف وہی نہیں سیکھنا ہے جو مضمون سکھانا چاہتا ہے۔ ہمیں یہ بھی سیکھنا ہے کہ مضمون میں یہ باتیں کس طرح بیان کی گئی ہیں کسی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ وہ پڑھنے والے کے فقط ذہن ہی کو دلیل سے قائل نہ کرے بلکہ دلیل اور مثال اور بیان کی صراحت اور وضاحت کی مدد سے دل میں اتر جائے یہی تو اچھے اندازِ بیان کی پہچان ہے۔

۵۔۵ اندازِ بیان کے کچھ پہلو

تو آئیے ذرا دیکھیں کہ ذاکر صاحب کے اندازِ بیان کی خاص باتیں کیا ہیں۔

ایک بات تو آپ دیکھ ہی چکے کہ خیالات میں ترتیب نمایاں ہے گویا کہنے والی جتنی باتیں بھی ہیں ان کو ایک سلسلے اور ربط کے ساتھ ترتیب دے دیا گیا ہے۔ یعنی پہلے کسی ایک چیز یا کسی ایک مسئلے کی طرف اشارہ کیا گیا پھر اس چیز اور مسئلے کے مختلف پہلوؤں یا مختلف حصّوں کو بیان کیا گیا۔ مثال کے طور پر پہلے یہ بتایا گیا کہ استاد یا ماہرِ تعلیم سے یہ مانگ کی جاتی رہی ہے کہ اپنی قوتوں اور خواہشوں کو کاٹ چھانٹ کر ایک مرتّب شکل دے اور اس کی مدد سے ایک انفرادی سیرت بنائے پھر اس سیرت کے مختلف پہلو یا عناصر بیان ہوئے پھر ان سے ہر عنصر کا الگ الگ بیان ہوا۔

یہ بیان ایک ہی بار یا ایک ہی جملے میں نہیں ہوا ہے بلکہ طرح طرح سے اسے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کبھی ایک قسم کے برابر کے ٹکڑوں کی مدد سے، اور کبھی محاروں کی مدد سے، کبھی مثالوں کی مدد سے۔ مثلاً ارادے کی مضبوطی سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک بار پکا ارادہ کر لیا اور چھٹی ہو گئی بلکہ جس کام کا بھی آپ ارادہ کریں گے

بڑی دیر تک اسی پر جمے رہنا ہوگا۔ اسی بات کو ذاکر صاحب نے تین طریقوں پر کہا ہے۔ ذرا غور کیجیے :

(الف) ارادے کی قوت اس کی ابتدائی شدت سے عبارت نہیں (برابر کے ٹکڑوں کی مدد سے اور یہ دو ٹکڑے ہیں — قوت اور شدت)

(ب) کتنے کام ہیں جو ایک ہی کوشش میں پورے ہو سکیں۔ کون سی سرسوں ہے جو ہتھیلی پر جم جاتی ہو۔

(اسی بات کو محاورے کی مدد سے دُہرایا گیا ہے)

(ج) ہماری قومی زندگی کے تعمیری کام تقریباً سب کے سب بہت دیر طلب اور صبر آزما ہیں

(مثال سے واضح کیا ہے اور پھر اسی بات کو دہرایا ہے)

اندازِ بیان کی یہ خصوصیت آپ کو آگے بھی ملے گی۔

مشق I

(الف) سیرت کی تعمیر میں کن چار باتوں کی ضرورت بتائی گئی ہے ؟

(ب) ذکاوت سے محروم کرنے والی چیزیں کون سی بتائی گئی ہیں ؟

(ج) وہ کون سی قوت ہے جو جلوت میں نکھرتی ہے اور خلوت میں ٹھٹھر جاتی ہے۔ تنہائی اسے دباتی ہے اور انجمن اسے ابھارتی ہے ؟

(د) عمل میں یکسوئی پیدا کرنے کے لیے کون سی قوت سب سے زیادہ ضروری بتائی گئی ہے ؟

اپنا امتحان خود لیجیے I

ذیل میں کالم A میں کچھ لفظ لکھے ہیں۔ کالم B میں ان کے معنی دیے

گئے ہیں لیکن بے ترتیب ہیں۔ ترتیب بدل کر اس طرح لکھیے کہ ہر لفظ کے معنی اس کے سامنے آجائیں :

(الف)

A	B
(i) تمدّن	(i) سختی، زور و شور، جوش و خروش
(ii) نظم و ترتیب	(ii) تمام لوگوں کی ضرورتوں تکلیفوں اور خواہشوں وغیرہ کا احساس۔
(iii) انفرادیت	(iii) مشکل، دشوار۔
(iv) حِس جماعتی	(iv) تہذیب، انسان کی ذہنی اور مادّی حالتیں
(v) اثر پذیری	(v) ایک آدمی کی شخصیت
(vi) شدّت	(vi) چیزوں کا اپنی مناسب جگہ پر اور ایک دوسرے سے منسلک ہونا
(vii) صبر آزما	(vii) دوسروں سے اثر قبول کرنے کی صلاحیت

(جواب آخر میں دیکھیے)

(ب) قوّتِ فکر :

اس ترکیب میں دو اسموں کو ایک کسرہ (= زیر ــِ) کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ یہ کسرہ اضافت کا ہے۔ اس کے معنی (کا، کی، کے) ہوتے ہیں۔ (قوتِ فکر = فکر کی قوت)

بتلایئے اضافت اور کیا کیا کام انجام دیتی ہے؟

(اشارہ : بلاک اکی اکائی ۲ سے مدد لیجیے)

(ج) مصنف کے مطابق سوچنا اور صحیح انداز میں سوچنا، سوچ کر صحیح اور غلط میں فرق قائم کرنا اور اپنے ہر عمل کو اس طرح پرکھ کر صحیح سمت میں قدم اٹھانا، انسان کی سیرت بنانے کے لیے ضروری امور ہیں۔ دیکھیے اس نے اپنی بات کو پیش کرنے کے لیے خیالات کی ترتیب کس طرح قائم کی ہے؟

(د) ۱۔ "ایک قدم آگے بڑھتا ہے تو دوسرا پیچھے پڑتا ہے"، کا کیا مطلب ہے؟
۲۔ "ڈگمگاتا آگے بڑھتا ہے"، سے کیسی شخصیت کا علم ہوتا ہے ؟
۳۔ منطقی استدلال کی قوت کیسے پیدا ہوتی ہے ؟
۴۔ سوچ سمجھ کر اور بے سوچے سمجھے کام کرنے سے کیا فرق پیدا ہوتا ہے ؟ تین جملوں میں لکھئے۔

(ہ) کالم الف میں کچھ باتیں لکھی ہیں۔ کالم ب میں بھی کچھ باتیں لکھی گئی ہیں۔ بتایئے کالم ب کی کون سی باتوں کو کالم الف سے منسوب کیا جا سکتا ہے ؟ :

الف	ب
(i) صحیح نتیجہ	(i) منطقی طور پر نہ سوچنا
(ii) یک سوئی	(ii) ذہن کی تربیت
(iii) فیصلہ نہ کر سکنا	(iii) ذہن کو صاف رکھنا
(iv) استدلال کی شعوری مشق	(iv) منطقی استدلال

(جواب آخر میں دیکھیے)

۵-۶ کچھ قواعد کے بارے میں

آپ نے اس اندازِ بیان کے مزے تو لوٹے۔ بات بھی سمجھی۔ بات کہنے کے طریقے پر بھی غور کیا۔ اب آیئے ذرا ان جملوں کی قواعد کے بارے میں کچھ غور کریں :

ان جملوں میں آپ کو کئی طرح کے الفاظ ملیں گے۔ ہم صرف چار قسم کے لفظوں کی طرف آپ کی توجہ دلائیں گے :

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ کچھ لفظ ایسے ہوتے ہیں جو کسی ٹھوس یا دکھی جانے والی چیز کو بیان کرتے ہیں اور کچھ لفظ ایسے ہوتے ہیں جو محض کسی خیال یا تصوّر کو ادا کرتے ہیں جو آنکھوں سے دیکھا یا کانوں سے سنا نہیں جا سکتا صرف

سوچا جاسکتا ہے یا محسوس کیا جاسکتا ہے۔ پھر لفظوں کی ایک دوسری قسم ایسی بھی ہے جو عام اور روزمرّہ کی زندگی میں کام آنے والی ہے اور ایسے لفظ بھی ہوتے ہیں جو کسی خاص علم کے ساتھ مخصوص ہو جاتے ہیں۔ ایسے خاص لفظوں کو ہم اصطلاحات کہتے ہیں۔

یہ تو ہوئیں لفظوں کی ایسی قسمیں جو ان کے معنی کی خصوصیات کی بنا پر ہیں مگر ہم یہاں ذرا دوسرے قسم کے لفظوں کی بات کریں گے:

آیئے پہلے بات کریں واحد اور جمع کی۔ کچھ لفظ کسی ایک شخص یا چیز کو ظاہر کرتے ہیں اور کچھ ایک سے زیادہ چیزوں یا لوگوں کو۔ اس طرح واحد سے جمع اور جمع سے واحد بنانے کے قاعدے بن گئے۔ اردو میں یہ قاعدے کئی قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو عربی کے قاعدے سے "ات"، بڑھا کر بنائے گئے یا پھر بیچ میں 'ا' بڑھا کر بنائے گئے جیسے میلان سے میلانات یا پھر عُنصر سے عناصر، اور دوسرے وہ ہیں جو ہندوستانی قاعدے کے مطابق 'ان'، یا 'وں'، بڑھا کر جمع بنا لیے گئے۔

اب ذرا ان واحد اور جمع لفظوں پہ غور کیجیے:

واحد	جمع
شئے	اشیاء
شخص	اشخاص
حِس	حواس
تعلق	تعلقات
اَلم	آلام

جمع بنانے کے لیے اردو قاعدوں (وں، ـیں، ـے، ـاں وغیرہ کا اضافہ کر کے) کے علاوہ فارسی/عربی قاعدوں سے بنائی گئی جمعوں کا استعمال بھی عام ہے۔ ان پاروں میں جو جمعیں استعمال ہوئی ہیں انہیں دیکھیے:

میلانات	میلان

خواہشات	خواہش
اقدار	قدر
عناصر	عُنصر
اسباب	سبب

انہیں پاروں کے بعض واحد لفظوں کی جمعیں بھی دیکھیے :

مطالبہ	سے	مطالبات
درجہ	سے	درجات
مرتبہ	سے	مراتب
تغیّر	سے	تغیّرات

اس قسم کے لفظوں کے بعد آپ ذرا ایسے لفظوں پر غور کیجیے جو ایک دوسرے سے بالکل اُلٹے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ انسانوں کی طرح لفظوں کے بھی دوست دشمن ہوتے ہیں۔ کچھ لفظ ایک ہی مزاج کے ہوتے ہیں کچھ ایک دوسرے کے بالکل مخالف۔ ایسے لفظوں کے جوڑے اس مضمون میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ ذرا ان جوڑوں پر غور کیجیے :

درج ذیل الفاظ کے متضاد جوڑے اس مضمون میں استعمال ہوئے ہیں:

حسّاس	:	بے حِس	جلوت	:	خلوت
ذکی	:	غبی	انجمن	:	تنہائی
تیز	:	کُند	اُبھارنا	:	دبانا

بے غرض : خود غرض

مشق II

(الف) مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد معلوم کیجیے اور ان کے سامنے درج کیجیے،

دشوار	جلد
ظاہری	آسانی

مختلف — ناکامی

ترقی

(جواب آخر میں دیکھیے)

(ب) ا۔ لوگوں کے ایک دوسرے سے مختلف ہونے میں مصنف نے حواس ظاہری کے فرق کو پیش کیا ہے۔ ذرا سوچیے اور بتایئے کہ دوسروں کے مقابلے میں تیز سننے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے اور محسوس کرنے والے لوگ کہاں کہاں نظر آتے ہیں۔

(اشارہ: تیز سننا: موسیقار)

(ج) انسانی برتاؤ اور عمل کو سمجھنے کی صلاحیت کو ابھارنے کا کیا طریقہ مصنف نے تجویز کیا ہے؟

(اشارہ: دوسروں سے میل جول)

(د) احساس و صلاحیت کے اعتبار سے مصنف نے چند متضاد صفات کے لوگوں کا بیان کیا ہے

"کچھ انسان حسّاس ہوتے ہیں، کچھ بے حس، کچھ بہت تیز، کچھ بہت کُند، کچھ ذکی، کچھ غبی"۔ پانچ متضاد صفات لکھیے جو انسانوں میں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔

(ہ) "بے غرض خدمت" "بے لاگ میل جول اس کو جلا دیتے ہیں" اس جملہ میں 'اس' سے کیا مراد ہے؟

(و) "... سیرت کی تعمیر کے ایک اہم عُنصر سے کام نہیں لیتے"۔ یہ اہم عُنصر کیا ہے؟

(ز) ہر ضمیر کسی اسم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ فائدہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ اسم کی بار بار تکرار سے عبارت بوجھل نہیں ہوتی۔ جس اسم کے لیے ضمیر استعمال ہوتا ہے، اسے اس ضمیر کا مرجع کہتے ہیں۔ اس پارے میں تلاش کیجیے۔ ضمیر کون کون سے استعمال ہوئے ہیں اور انسان میں سے ہر ایک کا مرجع کیا ہے؟

II اپنا امتحان خود لیجیے

ا۔ • خود اپنی بھی تعمیر کرے" کہا گیا ہے۔ یہ تعمیر (ا) کس کی ہے؟ اور

(ii) کس طرح کی جاسکتی ہے؟
۲۔ ارادے کی مضبوطی کسے کہا گیا ہے؟
۳۔ ارادے کی شدت ہی کو کیوں ناکافی بتایا گیا ہے؟
۴۔ قوت ارادی کی مضبوطی کے فائدے پر تین جملے لکھیے۔

. . . .

. . . .

۵۔ "پتھر کو کوئی آدمی کیسے بنادے"۔ یہاں 'پتھر' بے حسی، کے لیے اور 'آدمی' حساسیت کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اچھی تحریر میں الفاظ کا اس طرح استعمال عام ہوتا ہے۔ اس بارے میں سے کچھ اور الفاظ تلاش کیجیے جن کا اس طرح استعمال ہوا ہو۔
۶۔ سیرت کی پختگی میں کون سی عادتیں رکاوٹ بنتی ہیں؟
۷۔ سیرت کی پختگی میں کون سے عناصر مددگار ہوتے ہیں؟
۸۔ سیرت کی "یک سوئی" اور "پختگی" دونوں ایک ہی باتیں ہیں یا مختلف؟ ان میں کیا رشتہ ہے؟
۹۔ معلم، طالب علموں کی سیرت سازی میں کیا کام انجام دے سکتا ہے؟

۵۔۷ متن کا دوسرا حصّہ

جوں جوں سیرت اخلاقی بنیادوں پر اُستوار ہوتی جاتی ہے اسی قدر معلم اور والدین کا کام گھٹتا جاتا ہے اور اپنی تعلیم و تربیت کو اپنے ہاتھوں میں لینے کا زمانہ آجاتا ہے اپنی تربیت آپ کرنے کے معنی ہیں، اپنی روح کو نیچے سے اوپر لے جانے کی سعی مسلسل، بُری عادتوں اور خواہشوں، غلط افکار اور خیالات کے دَلدَل سے اپنے کو نکال کر اخلاق حسنہ کی شاہراہ پر ڈالنا، اپنی انفرادی صلاحیتوں اور میلانوں میں یک سوئی پیدا کر کے اپنی سیرت کی ساری قوت کو

ان اخلاقی معیاروں کا تابع بنانا۔

زندگی میں ہم جس شخص کے متعلق سمجھتے ہیں کہ اسے اپنے نفس پر قابو حاصل ہے اس کی ہم بڑی عزت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس صفت کی دل سے قدر کرتے ہیں، ہو سکے تو اسے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش بھی کریں مگر بس "طبیعت ادھر نہیں آتی"۔

اس صفتِ اخلاقی کی تیاری اطاعت کی مشق سے ہوتی ہے۔ پہلے بچے کی اس اطاعت سے جو وہ مجبوراً کرتا ہے، پھر بڑے کی اس اطاعت سے جو وہ سمجھ کر کرتا ہے۔ ایک کو خارجی اطاعت کہہ سکتے ہیں دوسری کو داخلی۔ پہلی میں خوف کو بہت کچھ دخل ہوتا ہے دوسری میں سمجھ اور عقل کو۔ جوں جوں عمر بڑھتی جاتی ہے خوف کا عنصر کم ہوتا جاتا ہے۔ آپ گھر، مدرسے اور کالج کے اثر سے آزاد ہو کر اپنی تربیت کو آپ سنبھالنے کی منزل میں قدم رکھ چکے ہیں، آپ کو جاننا چاہیے کہ اگر گھر، مدرسے اور کالج نے آپ میں اطاعتِ داخلی کی بنیادیں اُستوار نہیں کی ہیں تو آپ کے اس نئے کام کی دشواری ناممکن حد تک پہنچ سکتی ہے۔ آپ میں سے بہتوں کو آپ کی تعلیم و تربیت نے کچھ نہ کچھ خیالات اور کچھ نہ کچھ تو اس زندگی کے دشوار سفر کے لیے ساتھ ہی دی ہوں گی۔

ان اخلاقی تصورات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھتے جانا، ان کی اطاعت کے داخلی میلان کو قوی تر کرتے جانا، یہ اب آپ کا تعلیمی تربیتی کام ہے جسے خود آپ کو انجام دینا ہے۔ اس اخلاقی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ آپ میں صداقت ہو، آپ خود تو اپنے سے جھوٹ نہ بول کر خود اپنے کو تو دھوکا نہ دیں۔

آپ کے نفس کے دو حصے ہیں: ایک جو حیوان کی حیثیت سے پیدائش سے ساتھ ہے، دوسرا جو انسان کی حیثیت سے ذہنی کاوش کا نتیجہ ہے؛ ایک جو طبیعت کا ساتھی ہے، دوسرا جو اخلاق کا پابند ہے؛ ایک جو من مانی زندگی چاہتا ہے، دوسرا جو آزادی سے خود اپنے کو اخلاقی احکام

میں باندھ کر رکھنا چاہتا ہے۔ اس کشاکش میں فتح کس کی ہو، طبیعت کی یا اخلاق کی، حیوانی جبلّت کی یا انسانی اقدار کی؛ دوسرے قسم کی فتح کا سامان کرنا اور برابر کرتے رہنا "آپ اپنی تربیت" کا کام ہے۔

سیرت کی تربیت کا کام دراصل ایک جنگ ہے، جس میں آدمی بعض قوتوں کا ساتھ دیتا ہے، بعض سے لڑتا ہے۔ یہ کام مجاہدانہ ہے۔ اس مجاہد کی خصوصی صفت اس کی اخلاقی جرأت ہوتی ہے۔ جو سیرت بنانا چاہتا ہے اسے اپنے اندر یہ صفت پیدا کرنی چاہیے۔ اخلاقی جرأت آدمی کو اخلاقی اقدار کا سپاہی بناتی ہے، اس میں ایک مستقل عزم پیدا کرتی ہے کہ جب اور جہاں یہ اقدار خطرے میں ہوں تو یہ انہیں زندہ رکھنے میں اپنی ساری قوّت صرف کر دے۔ ہماری تاریخ ایسی اخلاقی جرأت کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ ہر شریف قوم کی تاریخ میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ ایسا نہ ہو تو قوم کو شرافت کا تمغہ ہی کیسے حاصل ہو! ہر اس نوجوان کو جو اپنی قوم کے لیے یہ تمغہ حاصل کرنا چاہتا ہے، اپنے اندر یہ مجاہدانہ صفت پیدا کرنے کے لیے بے قرار ہونا چاہیے۔ سمجھی بوجھی ذمّے داری اور استقلال و پامردی کے ساتھ اس کے لیے جان تک کھپانے کی آمادگی ہو تو جرأتِ اخلاقی پیدا ہوتی ہے۔ اس سے سیرت اقدار کی چاکر بن جاتی ہے اور جو سیرت اپنے کو شعوری طور پر اقدار کا خادم بنائے وہ شخصیت بن جاتی ہے۔ شخصیت کائنات کی شاید سب سے گراں بہا متاع ہے۔ اس پر فرشتے رشک کر سکتے ہیں اور خالقِ کائنات اپنے شاہ کار پر ناز کر سکتا ہے۔

میرا پیام آپ کو یہی ہے کہ اپنی سیرت کی تربیت کو آپ اپنے ہاتھ میں لیجیے۔ ضبطِ نفس اور بے غرض خدمت سے اس کے عناصر کی پرورش کیجیے۔ اچھی سیرت بنائیے اور اسے اقدارِ عالیہ کا خادم بنا کر شخصیتِ اخلاقی کے مرتبۂ بلند پر پہنچائیے۔ کام بڑا دشوار ہے اور عمر بھر کا کام ہے، مگر اسی کام کے کرنے کے لیے ہی تو زندگی عطا ہوئی ہے۔ یہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے سے کیسے انجام پائے گا۔ اس میں تو

زندگی ہی کھپانی چاہیے ؎

جو جان دے کے پائیں تو فوزِ عظیم ہو
وہ چیز مانگتے ہیں تن آسانیوں میں ہم

تن آسانی چھوڑیے اور اس کام میں لگ جائیے۔

۵-۸ متن کے دوسرے حصّے پر ابتدائی گفتگو سے پہلے

متن کے دوسرے حصّے پر ابتدائی گفتگو سے پہلے آئیے پھر ذرا مشکل لفظوں کے معنی پر غور کریں۔ یاد رکھیے کہ لفظوں کے یہ معنی اسی مضمون کے سلسلے میں ہے اور کسی لفظ کا کوئی ایسا مطلب نہیں ہوتا جو ہر حالت میں قائم رہتا ہو۔ اب ذرا ان لفظوں پر غور کیجیے۔

استوار ہونا	=	مضبوط ہونا
اخلاقِ حسنہ	=	اچھا اخلاق، اچھا برتاؤ
کاوش	=	کوشش
کشاکش	=	کھینچا تانی
جبلّت	=	فطرت
مجاہد	=	جہاد کرنے والا، جنگ کرنے والا، کوشش کرنے والا
عزم	=	پکّا ارادہ
تمغہ	=	اعزازی نشان
پامردی	=	ہمّت، بہادری
گراں بہا متاع	=	(متاع = دولت) بہت قیمتی دولت
شاہ کار	=	بڑا کارنامہ، عظیم الشّان کام
ضبطِ نفس	=	خواہشوں کو قابو میں رکھنا
فوزِ عظیم	=	بڑی کامیابی

۵-۹ متن کے دوسرے حصے پر ابتدائی گفتگو

متن کے دوسرے حصے میں مصنف اس بات پر زور دینا چاہتا ہے کہ نوجوان صحیح اور غلط میں امتیاز کریں، خیر اور شر کو پہچانیں، خیر کی قوتوں کا ساتھ دیں اور شر کے خلاف جنگ کریں۔ اس طرح برائی خرابی اور شر فرد کے اندر سے بھی نکل جائے گا اور معاشرے سے بھی۔ مگر اس کے لیے بڑی ہمت، مستقل مزاجی اور قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ اس امتحان میں گزر جائیں وہ نہ صرف انسانی معاشرے میں بلکہ فرشتوں اور خدا کی نظر میں بھی قابلِ احترام بن جاتے ہیں۔

اس ساری گفتگو کا لبِ لباب ہے کہ صرف جان لینے اور سوچ لینے سے کوئی بات نہیں بن سکتی۔ جو کچھ کہا گیا ہے اس کے لیے عمل درکار ہے۔ عملی مشق و کوشش سے ہی سیرت کی پختگی، مضبوطی اور بلندی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس متن میں مصنف اپنی بات اس جملے پر ختم کرتا ہے: "تن آسانی چھوڑیئے اور اس کام میں لگ جایئے۔"

پہلے مصنف نے سیرت بنانے کے لیے چار باتوں پر زور دیا تھا۔ اب اسی بات کو آگے بڑھا کر یہ بتایا ہے کہ یہ کام صرف ماہرینِ تعلیم اور استادوں کے کرنے کا نہیں ہے وہ تو فقط اس کو شروع کرتے ہیں۔ کبھی سمجھا کر کبھی کبھی ڈرا دھمکا کر طبیعت کو صحیح راستے پر ڈالتے ہیں اصل کام تو خود اپنا ہے۔ اگر کوئی آدمی فقط دوسروں کے ڈر سے نیک بنا رہے اور اچھے کام کرتا رہے تو اس نے گویا باہر کا دباؤ تو مان لیا مگر اس کے اندر ایسی کمی رہ گئی کہ اس کے اندر سے کوئی دباؤ یا اچھے اور بُرے کی کوئی تمیز پیدا نہیں ہوتی گویا اس کی شخصیت اور سیرت ہی ادھوری رہ گئی۔

اسی لیے ذاکر صاحب نے خارجی اور داخلی ڈسپلن کو الگ الگ کر کے سمجھایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اصل سیرت اور اس کی اصل پہچان تو

یہی ہے کہ نیکی خوف سے آزاد ہو کوئی نیک بنے تو کسی کے ڈر سے نہ بنے نہ قانون کے خطرے سے، نہ معاشرے کے دباؤ سے، نہ لوگوں کے برا کہنے کے اندیشے سے بلکہ نیک بنے تو اپنے اندر کے دباؤ سے اپنی اندرونی خواہشوں سے اپنی دلی آرزوؤں سے کہ یہی سچی سیرت ہے اور یہی سچی نیکی ہے۔ دوسرے سے تو آپ جھوٹ بھی بول سکتے ہیں لیکن اچھا اور سچا آدمی وہی ہے جو اپنے سے جھوٹ بولے بغیر اپنا مقابلہ کر سکتا ہو۔

ان باتوں کو ذاکر صاحب نے کس طرح سادگی اور دلکشی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۵-۱۰ اندازِ بیان کے کچھ اور پہلو

آپ نے دیکھا کہ متن کا پہلا حصہ بیانیہ سا تھا جس میں چار عناصر کا ذکر کیا گیا تھا، یہ دوسرا حصہ ذرا مختلف طرز کا ہے اس میں گویا ذاکر صاحب نے گفتگو کا انداز اختیار کیا ہے اور نوجوانوں کو سیرت کا ایک اعلیٰ معیار اپنانے کے لیے آمادہ کیا ہے۔ اس میں زیادہ رنگینی بھی ہے اور اس رنگینی ہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ شعر کے ٹکڑے نثر کے جملوں میں استعمال کیے ہیں ایسا ہی ایک ٹکڑا ہے "پر طبیعت ادھر نہیں آتی"

مصنف نے "پر طبیعت ادھر نہیں آتی" کا ٹکڑا غالب کے اس شعر سے لیا ہے ؎

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اپنی بات کو موثر اور مدلل بنانے کے لیے مصنفین نثر میں بھی شعروں اور مصرعوں کا استعمال کر لیتے ہیں اور کبھی پورا شعر یا مصرع نہ استعمال کر کے اس کا صرف اتنا ٹکڑا جتنا کسی مطلب کی وضاحت یا تائید کے لیے ضروری ہو دہرا دیتے ہیں۔ اس سے بیان میں زور بھی پیدا ہوتا ہے

اور حسن بھی۔

اس شعر کے ایک ٹکڑے کا استعمال کہاں ہوا ہے، ذرا اس پر غور کیجیے۔
ذاکر صاحب بات کر رہے ہیں ایسی خوبیوں کی جنہیں ہم جب دوسروں میں دیکھتے ہیں تو ان کی انہی خوبیوں کی وجہ سے بڑی عزت کرتے ہیں اور ان خوبیوں اور نیکیوں کو اچھا بھی سمجھتے ہیں مگر انہیں خود اپنے اندر پیدا نہیں کرتے یا ان باتوں کی سکت نہیں پاتے۔ ان باتوں کو اچھا تو جانتے ہیں مگر خود اپنے اندر پیدا کرنے کی ہمت نہیں پاتے یا اس کی عزت نہیں کرتے یعنی ہمارا دماغ تو ان نیکیوں کو مانتا ہے مگر ہمارا ارادہ جو اجازت دے جاتا ہے اسی دو دلے پن کو غالب کے شعر کے ٹکڑے سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اس عبارت میں آپ ایک بات اور دیکھیں گے کہ بات چیت کا اندازہ تو ہے ہی مگر اس میں خاصا جوشیلا پن ہے۔ مثال کے طور پر یہ ٹکڑے دیکھیے جن میں تقریر والا جوش موجود ہے:

"سیرت کی تربیت کا کام دراصل ایک[1] جنگ ہے جس میں آدمی بعض قوتوں کا ساتھ دیتا ہے بعض سے لڑتا ہے یہ مجاہدانہ[2] کام ہے"

(غور کیجیے کہ ایک ہی مفہوم کو تین طریقوں سے ادا کیا گیا ہے یا اس کی وضاحت کی گئی ہے)

"کام بڑا دشوار ہے اور عمر[1] بھر کا کام ہے مگر اس کام[2] کے کرنے کے لیے ہی تو زندگی عطا ہوئی ہے یہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے سے کیسے انجام پائے گا اس میں تو زندگی[3] ہی کھپانی چاہیے۔"

یہاں بھی آپ دیکھیں گے کہ عمر بھر کا کام کہنے کے بعد یہی بات پھر دہرائی گئی ہے یعنی "اس کام کے کرنے کے لیے ہی تو زندگی عطا ہوئی ہے" کے ٹکڑے کی شکل میں بھی یہی مفہوم ادا ہوا ہے اور پھر "اس میں تو زندگی ہی کھپانی چاہیے" کے ٹکڑے میں بھی یہی بات کہی گئی ہے۔

خطابت اور تقریر میں عام طور پر بات کو دہرایا جاتا ہے یا زور دینے کے لیے اسے دوسرے لفظوں میں زیادہ صراحت اور جوش کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔

اس اندازِ بیان کا ایک حصہ شعر کا استعمال بھی ہے۔ غالب کے شعر کا صرف ایک ٹکڑا استعمال ہوا تھا اس بار پورا شعر ہی استعمال کیا گیا ہے جو نثر والے مفہوم کو شعر کی شکل میں ادا کرتا ہے ؎

وہ جان دے کے پائیں تو فوزِ عظیم ہو
وہ چیز مانگتے ہیں تن آسانیوں میں ہم

مشق III

ان باتوں کی فہرست بنائیے جو آپ کے خیال میں آپ کے استادوں / والدین نے آپ کی سیرت سازی کے لیے کی ہوں۔

۱۔ "آدمی بعض قوتوں کا ساتھ دیتا ہے، بعض سے لڑتا ہے" ان دونوں طرح کی قوتوں کی مختصر فہرست بنائیے۔

۲۔ "ہماری تاریخ ایسی اخلاقی جرأت کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔" "ایسی" کا لفظ کس چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے؟

۳۔ سیرت کی تربیت کو "مجاہدانہ" کام کیوں کہا گیا ہے؟

۴۔ انسان میں اخلاقی جرأت کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟

۵۔ سیرت اور شخصیت کا کیا تعلق ہے؟ چند جملوں میں بتائیے۔

(ا) "یہ مجاہدانہ کام ہے" اس میں 'مجاہد' اسم فاعل ہے اور صفت کا کام بھی دیتا ہے۔ اس میں لاحقہ ۔ انہ اضافہ کر کے اسے صفت مزید بنا لیا گیا۔ اس نئی صورت میں فاعلی حیثیت ختم ہو گئی۔ اور بھی بہت سے لفظوں میں لاحقہ ۔ انہ کا اضافہ کر کے صفت بنائی جاتی ہے۔ مثلاً

شریف	سے	شریفانہ	شاہ	سے	شاہانہ
امیر	سے	امیرانہ	حاکم	سے	حاکمانہ
عاشق	سے	عاشقانہ	مادر	سے	مادرانہ

ایسے پانچ لفظ اور سوچ کر لکھیے جن میں ۔ انہ کا استعمال صفت سازی کے لیے ہوا ہو۔

(جوابات آخر میں دیکھیے)

(ii) یہ بھی خیال رہے کہ ۔انہ پر ختم ہونے والے تمام الفاظ اسی نوع کے نہیں ہوتے ۔مثلاً

بیعانہ ، نذرانہ ، محنتانہ ، ترانہ ، افسانہ

سب اسم ہیں ۔شروع کے تین لفظوں میں ۔انہ لاحقہ ہے، لیکن بعد کے دو لفظوں میں یہ اصل لفظ کا ہی حصہ ہے۔

۱۔ 'خیالات کی دلدل' سے مصنّف کی کیا مراد ہے ؟

۲۔ 'خارجی اطاعت' اور 'داخلی اطاعت' کسے کہتے ہیں ؟ دونوں کی الگ الگ خصوصیات لکھیے ۔

۳۔ کسی دباؤ کے تحت اطاعت کرنے اور سمجھ بوجھ کر اطاعت کرنے میں کیا فرق ہے ؟

۴۔ آزادی اطاعت کی ضد ہے ۔ آزادی کی اہمیت پر ہمیشہ زور دیا گیا ہے لیکن یہاں مصنّف نے "اطاعت" پر زور دیا ہے ۔ اس نقطۂ نظر کی آپ کیا توجیہہ کریں گے ؟

۵۔ انسانی نفس کے دو حصّے کس طرح الگ الگ انداز میں عمل کرتے ہیں ؟

اپنا امتحان خود لیجیے III

۱۔ سیرت کی تربیت کا کام دراصل ایک جنگ ہے ؛ اس بیان سے آپ کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ یہ جنگ کس کے درمیان ہے ؟

۲۔ خارجی اطاعت اور داخلی اطاعت سے کیا مراد ہے ؟

(زیادہ سے زیادہ بیس ۲۰ الفاظ)

. . . .

. . . .

. . . .

۳۔ جوں جوں سیرت کی اخلاقی بنیادیں مضبوط ہوتی جاتی ہیں معلّم اور والدین کا کام کیوں گھٹتا جاتا ہے ؟

۴۔ ذاکر صاحب کے نثری اسلوب کی خصوصیات بیان کیجیے:

. . . .

. . . .

۵۔ نیچے لکھی ہوئی باتوں کو اپنے لفظوں میں کسی اور طریقے سے بیان کیجیے:

(الف) اگر گھر اور مدرسے اور کالج نے آپ کی اطاعت داخلی کی بنیادیں استوار نہیں کی ہیں تو آپ کے اس نئے کام کی دشواری ناممکن کی حد تک پہنچ سکتی ہے۔

(ب) اپنی تربیت آپ کرنے کے معنی ہیں اپنی روح کو نیچے سے اوپر لے جانے کی سعیِ مسلسل، بری عادتوں اور خواہشوں، غلط افکار اور خیالات کی دلدل سے اپنے کو نکال کر اخلاقِ حسنہ کی شاہراہ پر ڈالنا۔

۶۔ خالی جگہیں بھریئے:

آپ کے ـــــــ کے دو حصے ہیں ایک جو ـــــــ کی حیثیت سے پیدائش سے ساتھ ہے دوسرا جو ـــــــ کا پابند ہے ایک جو ـــــــ زندگی چاہتا ہے دوسرا جو ـــــــ سے خود کو ـــــــ احکام میں باندھ کر رکھنا چاہتا ہے۔

۵۔۱۱ خلاصۂ بحث

آپ نے دیکھا کہ زبان اور ادب کے گہرے اخلاق، فلسفیانہ اور تعلیمی مسئلوں کو بھی کس قدر دلچسپی اور وضاحت کے ساتھ آسان اور کارگر طریقے پہ ادا کر سکتے ہیں شرط یہی ہے کہ جس بات کو آپ بیان کر رہے ہوں وہ آپ کے ذہن میں صاف ہو اور بیان کرنے کے انداز پہ آپ کو قابو ہو کہ صحیح مفہوم کو ادا کرنے کے لیے صحیح لفظ چنے جا سکیں اور انھیں صحیح ترتیب اور ربط کے ساتھ ایک دوسرے سے جوڑ کر پیش کیا

جائے۔ اسی سے بات کہنے میں بھی آسانی ہوتی ہے اور بات سمجھنے میں بھی۔
یہی اس سبق کا مقصد ہے۔

جوابات

مشق I

الف۔ ارادے کی قوت، اجتہادِ فکر، حس جماعتی کی ذکاوت، اثر پذیری کی وسعت، گہرائی اور پائداری۔

ب۔ زندگی کی ناکامیاں، بچپن میں دل شکستگی، آلامِ روزگار کا بوجھ، خود غرضی، خود پرستی۔

ج۔ ذکاوت حس

د۔ منطقی طور پر سوچ سکنے کی صلاحیت

اپنا امتحان خود لیجیے I

الف

A	B
(i)	(iv)
(ii)	(vi)
(iii)	(v)
(iv)	(ii)
(v)	(VII)
(vi)	(i)
(vii)	(iii)

ھ

A	B
(i)	(iv)
(ii)	(iii)
(iii)	(i)
(iv)	(ii)

مشق II

الف۔ آسان، باطنی، متفق، دیر، مشکل، کامیابی، تنزّلی

۱۔ حیوان اور انسانی قوتوں کے درمیان

۲۔ خارجی اطاعت خوف سے ہوتی ہے داخلی اطاعت رضامندی سے

۳۔ کیوں کہ خوف کی ضرورت نہیں رہتی سیکھنے والا خود اپنے طور پر اپنی تربیت کرسکتا ہے۔

۴۔ شعری ٹکڑوں کا استعمال، خطابت، جوش، ایک بات کو کئی انداز سے سمجھنا، منطقی ترتیب اور ربط کلام۔

۵-۶۔ (نفس، حیوان، انسان، کاوش، طبیعت، اخلاق، من مانی، آزادی، اخلاقی، کشاکشی)

مزید مطالعے کے لیے

تعلیمی خطبات	ذاکر حسین
روح تہذیب	غلام السیدین